لبنان پر منڈلاتا جنگ اور خانہ جنگی کا خطرہ

جنوبی لبنان اور اسرائیل کے درمیان ہر روز میزائلوں کا تبادلہ ہورہا ہے۔ یہ وقتاً فوقتاً ہونے والے مظاہرے کب جنگ کا روپ اختیار کرلیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہاجاسکتا ہے۔ لبنان میں حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان کا معرکہ کوئی نیانہیں ہے۔ دونوں فریقوں کے درمیان 2006 میں ایک زبردست جنگ ہوچکی ہے اور اس کے بعد اسرائیل کو لبنان کے کچھ علاقوں کو خالی چھوڑکر جانا پڑا تھا۔

شاہنواز احمد صدیقی

لبنان میں دو پرانے حریفوں اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان لگاتار فوجی جھڑپیں ہورہی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں موجودہ دھماکہ خیز صورت حال کے دوران یہ جھڑپیں ایک اور میدان جنگ کو کھول سکتی ہیں۔ اب تک بغیر جنگ چھڑے اسرائیل اور حزب اللہ ایک دوسرے کے خلاف جس درجہ کی کارروائیاں کررہے ہیں، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ممکنہ جنگی تصادم کس شدت اور نہج کا ہوگا۔

ایک طویل عرصہ تک خانہ جنگی، غیرملکی مداخلت اور اسرائیلی جارحیت کا شکار رہے لبنان میں آج جو صورت حال ہے وہ خطے اور بین الاقوامی برادری دونوں کے لیے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ امریکی سفارت کاروں، خفیہ ایجنسیوں کی ایک متحرک ٹیم لگاتار لبنان میں مختلف سیاسی، غیرسیاسی، فوجی گروپوں کے ساتھ مذاکرات کررہی ہیں۔ لبنان میں اس وقت کوئی بھی سیاسی عہدیدار مستقل نہیں ہے، پارلیمنٹ کی اسپیکر سے لے کر صدر، وزیراعظم اور کابینہ کے وزرا کی تقرری نہیں ہوپاتی ہے۔ اقتصادی بحران کو دور کرنے کے لیے فرانس، قطر، سعودی عرب، امریکہ اور دیگر بین الاقوامی ادارے، آئی ایم ایف وغیرہ حالات کو بالکل ہاتھ سے نہ نکلنے کے لیے ہرممکن کوششیں کررہے ہیں۔ اس دوران جنوبی لبنان اور اسرائیل کے درمیان ہرروز میزائلوں کا تبادلہ ہورہا ہے۔ یہ وقتاً فوقتاً ہونے والے مظاہرے کب جنگ کا روپ اختیار کرلیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔

لبنان میں حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان کا معرکہ نیا نہیں ہے۔ دونوں فریقوں کے درمیان 2006 میں ایک زبردست جنگ ہوچکی ہے اور اس کے بعد اسرائیل کو لبنان کے کچھ علاقوں کو خالی چھوڑ کر جانا پڑا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک کوئی خاص معرکہ تو نہیں ہوا ہے مگر کئی مواقع پر دونوں میں اچھی خاصی جھڑپیں ہوچکی ہیں مگر 7 اکتوبر 2023 کے بعد سے حماس اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑنے کے بعد سے فلسطینیوں کی آزادی کی کوشش کے لیے مدد پہنچانے کا دعویٰ کرنے والی حزب اللہ نے حماس کو ہرممکن اخلاقی، عسکری اور سفارتی مدد پہنچانے کا اعلان کیا ہے۔ اسرائیل کے خلاف حماس مسلسل کارروائیاں کررہا ہے، ایران کے حمایت یافتہ دیگر گروپ اور عسکری گروہ مختلف ملکوں اور آبی راہ داریوں پر اسرائیل کے مفادات کو نقصان پہنچارہے ہیں۔ اس صورت حال نے لبنان کے لیے ایک بہت سنگین صورت پیدا کردی ہے۔ اسرائیل پر کئی مرتبہ حزب اللہ کی طرف سے حملے ہوئے ہیں جس پر اسرائیل نے ایران کے حمایت یافتہ گروپوں کو شام، عراق اور لبنان میں نشانہ بنایا ہے۔ اسرائیل نے کھلے عام حزب اللہ کے ٹھکانوں اور مختلف اہم مقامات کو نشانہ بنایا۔ جون کے وسط میں اسرائیل نے اعلان کیا ہے کہ اب وہ لبنان میں حزب اللہ کے خلاف جنگ کرنے کا اسرائیل کی سیاسی اور فوجی قیادت غزہ کی طرح لبنان کو بھی برباد کرنے کا اعلان کرچکی ہے۔ لبنان کا سماجی اور سیاسی ڈھانچہ بہت پیچیدہ ہے اور کئی سالوں سے وہاں کوئی بھی سرکاری عہدہ، عہدیدار نہیں ہے۔ پورا نظام حکومت Adhocism پر چل رہا ہے۔ عبوری عہدیدار روز کا کام کاج چلا رہے ہیں۔ کوئی بھی ادارہ پارلیمنٹ، صدر یا وزیراعظم اس کی کابینہ نہیں ہے، پارلیمنٹ کا اسپیکر نہیں ہے، سرکاری فوج کو اپنے اہلکاروں کو دینے کے لیے سرمایہ نہیں ہے۔ سازوسامان خریدنے کے لیے یا روزمرہ کے اخراجات چلانے کے لیے رقم نہیں ہے۔ قطر لبنانی فوج کے اخراجات کو برداشت کررہا ہے اور وہاں کسی حدتک اس ملک کا رتبہ برقرار رکھنے کی کوشش کررہا ہے۔ آج لبنان کو مستحکم ملک بنانے کے لیے قطر کا کردار کافی اہم ہے اور مختلف متحارب فریقوں میں صلح کرانے کی کوشش کررہا ہے۔ کرنسی بالکل ڈوب چکی ہے اور لبنان کا ایک روپیہ اپنے ملک میں قابل قبول نہیں ہے تو سارا نظام امریکی ڈالر سے ہورہا ہے۔ اس طرح لبنان کا سکہ رائج الوقت امریکی ڈالر ہے۔

اسرائیل کی حالیہ دھمکیوں اور جوابی دھمکیوں سے مغربی ایشیا کی صورت حال دن بدن بگڑتی جارہی ہے۔ وہ ملک جس کی اپنی خود کی فوج کو روٹیوں کے لالے پڑ رہے ہیں، اس صورت حال میں حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان جنگ کے خطرے کے پیش نظر خوف وہراس میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ امریکہ مکمل جنگ کے خطرے میں سرگرم ہے مگر امریکہ کی مجبوری یہ ہے کہ وہ فریقین میں مذاکرات نہیں کراسکتا ہے کیونکہ وہ حزب اللہ کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ حزب اللہ لبنان کی سب سے طاقتور سیاسی پارٹی اور عسکری گروپ ہے۔ اس لیے 7 اکتوبر کے بعد سے اب تک اسرائیل کے خلاف سب سے زیادہ سخت کارروائی حزب اللہ نے کی ہے۔

حزب اللہ —— اسرائیل کے خلاف ایک متوازی فوجی کارروائی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر اس پر اسرائیل حملہ کرتا ہے تو اس کے شہر حیفہ پر خطرناک حملہ ہوگا۔ حیفہ اسرائیل کا تیسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ حزب اللہ اسرائیل کے شہر اور فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنا تا رہا ہے۔ اسرائیل بھی مختلف مقامات پر حزب اللہ اور ایران اور اس کی حمایت یافتہ تنظیموں اور جنگی گروپوں کے افسران وکمانڈروں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ اسرائیل کے وزیرخارجہ کرٹز نے سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ ٹوئٹر یا ایکس پر ایک بیان میں حزب اللہ کو وارننگ دی تھی کہ اگر سید حسن نصراللہ کے گروپ نے حیفہ بندرگاہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے بہت بھیانک نتائج ہوں گے اور ہم اس لمحہ کے قریب پہنچ رہے ہیں کہ لبنان اور حزب اللہ کے خلاف کارروائی کرکے کھیل کے قاعدے اور قوانین بدل دیں گے۔ اسرائیل اس صورت حال میں اہل لبنان کو مجموعی طور پر ڈرانا چاہتا ہے۔ وہ حزب اللہ کو وارننگ کے ساتھ اہل لبنان پر اخلاقی دباؤ ڈال رہا ہے کہ حزب اللہ کے ساتھ اس متوقع جنگ کا اثر عام لبنانیوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ اس وجہ سے لبنان کے کئی نسلی گروپ، سیاسی گروہ اور پارٹیاں اپنے آپ کو حزب اللہ کی کارروائیوں سے الگ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

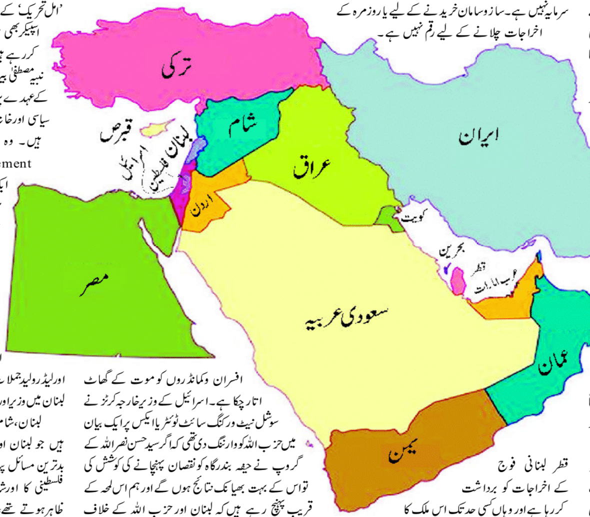

حزب اللہ کے لبنان میں حلیف سیاسی اور عسکری گروہ 'امل تحریک' کے لیڈر نبیہ بیری جو کہ لبنان کی پارلیمنٹ کے اسپیکر بھی ہیں، اسرائیل کو لگا تار سخت طریقہ سے آگاہ کررہے ہیں کہ وہ لبنان پر حملہ کرنے کی غلطی نہ کرے۔ نبیہ مصطفیٰ بیری 1992 سے اب تک پارلیمنٹ کے اسپیکر کے عہدے پر فائز چلے آرہے ہیں اور انھوں نے لبنان کی سیاسی اور خانہ جنگی زندگی کے بڑے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ وہ حرکتہ امل کے سیاسی گروپ Hope Movement کے رکن ہیں۔ وہ خود عیسائیوں کے ایک سرگرم گروپ اور مزاحمتی تحریک کے رکن ہیں۔

نبیہ مصطفیٰ بیری کی امل تحریک یا حرکتہ امل 1980 میں اسرائیل کی فوج کی لبنان میں کارروائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے معرض وجود میں آئی تھی۔ وہ جنوبی لبنان کی بقاوادی میں اسرائیل کی فوج کے خلاف مزاحمت کرچکے ہیں۔ 1984 میں ہونے والے پہلے انتفاضہ (Intifada) میں لبنان کے ایک اور لیڈر ولید جملات کے ساتھ کام کرچکے ہیں۔ وہ ریاست جنوبی لبنان میں وزیر اور برکری حکومت میں وزیر بھی رہ چکے ہیں۔

لبنان، شام اور فلسطین کے درمیان ایسے گہرے رشتے ہیں جو لبنان اور اس پورے خطے میں اسرائیل کے لیے بدترین مسائل پیدا کرسکتے ہیں۔ پچھلے دنوں لبنان کے اندر فلسطینی کا اور شام کے مہاجروں کے خلاف جو جذبات ظاہر ہوتے تھے، وہ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ لبنان 1980 کے عشرے کی خانہ جنگی اور خارجی جارحیت کا شکار ہونے جارہا ہے۔ ■

شام
گولان کی پہاڑیاں
اسرائیل

اسرائیل کے عزائم: داخلی سیاست اور معیشت

اسرائیل کی ہٹ دھرمی عالمی قوانین، قراردادوں کی دھجیاں اڑانے کی فطرت، جنگ وجدال پر اس کے مکمل ایمان نے ایک بار پھر لبنان اور قرب وجوار کے خطے اور ممالک کو بدترین جنگ کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو جو خود اس کے وجود کو ممکن بنانے میں کلیدی رول ادا کرتی رہی ہے، مسلسل نظرانداز کررہا ہے بلکہ اقوام متحدہ کے اعلیٰ ترین عہدیداروں اور موثر ترین اداروں کو دہشت گردی سے جوڑ رہا ہے۔ گزشتہ 8 ماہ سے بدترین قتل عام کے باوجود خود کو مظلوم اور دہشت گردی کا شکار قرار دے رہا ہے۔ غزہ اور مغربی کنارے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے بعد اس کی سفاک فوج جس کو دنیا کے سب سے بڑے ادارے 'اقوام متحدہ' نے انسانیت کو نظرانداز کرنے والا قرار دیا ہے۔ اس کی وہی فوج اب ایک اور کمزور وناتواں اور اپنے ہی مسائل اور مصائب میں الجھے ملک لبنان کو طاقت اور مغرب کی سرپرستی اور حمایت میں کھنڈر بنانے پر آمادہ ہے۔ اسرائیل لبنان کے ایک بڑے قطعہ اراضی پر قابض ہے اپنی سرحد سے ملے ہوئے لبنانی خطوں پر اس نے عام انسان کی زندگی اجیرن کررکھی ہے اور اب اس جنون کو آگے بڑھاتے ہوئے لبنان کو ایک بار پھر تخت وتاراج کرنے پر آمادہ ہے۔ یہی نہیں ایک خطرہ اور پیدا ہوگیا ہے، اسرائیل لبنان پر حملہ کرنے کے لیے قبرص کی سرزمین اور آبی راہداریوں کو استعمال کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ قبرص یوروپی یونین اور ناٹو کا رکن ملک ہے اور اگر کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہوئی ہے تو اس جنگ کے دائرہ کو وسیع ہونے اور شدید ہونے کے امکانات خطرناک مقام پر لے آئے گی۔ دوروز قبل حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ قبرص میں اسرائیل کے فوجی اڈوں کے اپنے خلاف استعمال پر وارننگ دے چکے ہیں۔ اگر اس نے اسرائیل کو اپنی سرزمین پر فوجی اڈوں کو ہمارے خلاف استعمال کرنے کی اجازت دی تو اس کے خطرناک نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ اگر قبرص کی حکومت اپنے فوجی اڈوں کو اسرائیل کو استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے تو اس کو بھی جارح سمجھا جائے گا۔

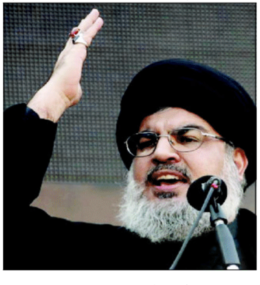

اسرائیل اس کے فوجی اڈوں کو استعمال کرتا رہا ہے اور فوجی مشقوں کے دوران برطانیہ اور اسرائیل کے تعلقات اور مراسم کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ابھی تک ایسے شواہد سامنے نہیں آئے ہیں جن سے لگتا ہو کہ اسرائیل برطانوی کنٹرول والے ٹھکانوں کو استعمال کررہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اسرائیل برطانوی فوجی اڈوں کو استعمال نہیں کررہا ہے۔ حزب اللہ نے اسرائیل اور قبرص کو یہ وارننگ اسرائیلی وزیرخارجہ کے بیان کے بعد دی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ لبنان پر حملہ کرنے کا منصوبہ منظور ہوگیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس دھماکہ خیز صورت حال کا اثر صرف عرب ملکوں پر پڑا ہو۔ اسرائیل کے اندر بھی زبردست اتھل پتھل ہے۔ 7 اکتوبر 2023 کے حملہ کے بعد اسرائیل کے دفاعی انتظامات کی پول کھل گئی ہے۔ اسرائیل پوری دنیا سے یہودیوں کو لاکر بسا رہا تھا اور فلسطینیوں کی سرزمین پر مختلف حیلوں، بہانوں اور بغیر بہانوں کے قبضہ کرکے ناجائز بستیاں تعمیر کررہا ہے اور اقوام متحدہ اور عالمی طاقتوں کے اعتراضات کے باوجود کررہا ہے۔ 7 اکتوبر 2023 سے قبل تک یہ سلسلہ چل رہا تھا مگر اب بڑی تعداد میں یوروپی اور خارجی یہودیوں کی اسرائیل کی طرف منتقلی رک گئی ہے۔ اس کے علاوہ حزب اللہ کی لگاتار کارروائی کی وجہ سے شمالی اسرائیل کے شہروں سے 90ہزار سے زائد شہری اپنے گھر اور ادارے چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ اس طرح جنوبی لبنان سے بھی بڑی آبادیاں منتقل ہوگئی ہیں۔ ■

قبرص: تاریخ، جغرافیہ اور سماجی ڈھانچہ

قبرص (سائپرس) جغرافیائی لحاظ سے بہت نازک مقام پر قائم ہے، چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا ہے اور ان ہی جغرافیائی لحاظ سے اہم ہونے کی وجہ سے عسکری نقطہ نظر سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ لبنان اسرائیل اور ارض فلسطین سے مرتب ہونے کی وجہ سے کئی ممالک کے باشندے بہتر زندگی روزگار اور یوروپی بودوباش کی وجہ سے مغربی ایشیائی ممالک کی توجہ کے سبب سرمایہ کاری کا بھی مرکز ہے۔ یوروپی یونین کا ممبر ہونے کی وجہ سے قبرص میں مہاجرین اور قبرص کے مواقع اور حالات کا فائدہ اٹھانے میں مغربی ایشیا کے ساتھ قربت کی وجہ سے یہاں کی حکومت نے غیرملکیوں کے لیے Cyprus Permanent Residency Programme (PRI) بنایا ہے۔ اسرائیل کے لوگ اس پروگرام سے بہت زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور کئی نے اس ملک کو اپنا دوسرا وطن قرار دے دیا ہے۔ پی آر آئی کے قاعدے 6(2) ذریعہ لامحدود اختیارات کے ساتھ مستقل رہائشی اختیار کرسکتے ہیں۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اسکیم غیریوروپین لوگوں کو بھی یوروپی لوگوں کی طرح کے اختیارات دیتی ہے۔ ناٹو غیریوروپی نوآبادکاروں کو اپنی شہریت کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی شہریت ختم ہوتی ہے۔

ہوائی جہاز سے قبرص کا راستہ ایک گھنٹے کا بھی نہیں ہے۔ ملاحظہ کریں نقشہ۔ بہت سے لبنانی، اسرائیلی، فلسطینی اپنے وطن میں جنگ وقتل سے نجات حاصل کرنے اور بہتر مواقع حاصل کرنے کے لیے قبرص کا رخ کرتے ہیں۔ آج قبرص عرب اور اسرائیل سرمایہ کاروں کے لیے ایک پسندیدہ ملک اور منزل بن گیا ہے۔

قبرص، لبنان، ترکی، شام، اردن، مصر کے قریب ہے اور براعظم افریقہ کے کئی ممالک کے لوگ خانگی خلفشار سے فرار حاصل کرنے کے لیے ان یوروپی ممالک کا رخ کرتے ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مہاجرین قبرص کا رخ کرتے ہیں۔ مسافت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو دوسرے نمبر پر یونان آتا ہے اور پھر ترکی۔ اٹلی، قبرص کا سماجی ڈھانچہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ اس کی ملی جلی آبادی، یونانی النسل اور ترکی النسل ہے۔ قبرص کے ترک نژاد شہری شمالی قبرص اور یونان نژاد یا یونانی نسل کے قبرص کے شہری جنوبی قبرص میں رہتے ہیں۔ عربی زبان بولنے والے لبنانیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد قبرص میں مقیم ہے اور ایک اور آرمینیائی نسل کے لوگ بھی سماجی تانے بانے کا اٹوٹ حصہ ہیں۔ ایک زمانے میں قبرص پر ترکی کا قبضہ تھا اور ترکی کے حکمرانوں (سلطنت عثمانیہ) پر الزام تھا کہ اس نے آرمینیائی لوگوں پر بدترین مظالم ڈھائے تھے اور یوروپی یونین ان ہی الزامات اور نسلی تطہیر کی وجہ سے ترکی کو مکمل ممبر کا درجہ نہیں دے رہی ہے۔ ترکی کی یوروپی یونین کو مکمل ممبرشپ میں ان ہی نکات پر فرانس اور برطانیہ کا اعتراض ہے۔ ■

چین کی مصالحت یا سفارتی مسابقت!

مغربی ایشیا میں عربوں کی امریکہ سے ناراضگی نے چین کو ایک بار علاقے میں سرگرم اور بہتر رول ادا کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے۔ چین نے مغربی اور جنوبی ایشیا میں سفارتی اور سیاسی سطح اپنا عمل دخل بڑھا دیا ہے تو دوسری طرف اب اقتصادی محاذ پر بھی دونوں فریقوں کے درمیان تعاون تال میل اور تجارت میں اضافے کے وسیع امکانات پیدا ہورہے ہیں۔ بیجنگ میں چین اور عرب ممالک تعاون اقتصادی تنظیم کی میٹنگ میں چین نے عرب ممالک کے تئیں اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمام حساس اور تصفیہ طلب امور کو حل کرنے میں تعاون کرسکتا ہے۔

خیال رہے کہ چین نے سال رواں کے ماہ اپریل میں عربوں اور ایران کے درمیان تعطل کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا تھا اور اس کی غیر معمولی مصالحتی کوششوں کی وجہ سے مسلم دنیا میں کشیدگی کو کم کرنے اور کئی حساس ایشوز پر اتفاق رائے قائم کرنے میں مدد ملی تھی اور اس طرح اگرچہ ایران اور اس کی حمایت یافتہ طاقتوں کے ساتھ تمام عرب اختلافات پوری طرح ختم نہیں ہوئے تھے مگر انتہائی تصادم کی صورت حال کو ختم کرنے اور کشیدگی کے خاتمے میں مدد ملی تھی۔ سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات کی بحالی نے پورے خطے کو تصادم اور فرقہ وارانہ آتش فشاں میں دھکیلنے سے بچنے میں مدد کی تھی۔

ایک بار پھر بیجنگ نے مغربی ایشیا کے حساس ایشوز کو حل کرنے میں مدد کی پیشکش کی ہے۔ چین بنیادی ڈھانچہ کی تعمیر میں ایک بہت بڑی صفت والا ملک ہے۔ افریقہ میں اس نے ایسے بہت سے ممالک میں ادارے اور انتظامی ڈھانچے تعمیر کیے ہیں جن پر مغرب کا غلبہ تھا اور مغربی ممالک منمانی انداز میں کام کرتے تھے اور اس ممالک کے اندرونی امور میں مداخلت اور سیاسی سمت اور ہوا کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چین کی آمد کے بعد افریقہ اور سب مغربی ایشیائی ملکوں میں برطانیہ، فرانس اور امریکہ کا عمل دخل کم ہوا ہے اور تجارتی اور تعمیراتی ٹھیکوں میں مسابقت بڑھی ہے۔ اس بابت مصر میں ان سیکڑوں میدانوں میں چین کی مداخلت بڑھی ہے، جہاں اکثر مغربی ممالک کی اجارہ داری تھی۔ اس میں قابل ذکر سمجھوتے سوئیز نہر اقتصادی زون کی تعمیر کے علاوہ راجدھانی قاہرہ میں سرمایہ کاری کے پروجیکٹ بھی شامل ہیں۔ افریقہ کے اکثر ممالک غذائی اور زرعی بحران سے گزر رہے ہیں۔ قحط سالی اور جنگیں ان ممالک کی معیشت اور عام آدمی کی زندگی کو براہ راست متاثر کررہے ہیں۔ یوکرین جنگ کے بعد مصر اور قرب وجوار کے عرب اور غیرعرب، مسلم اور غیرمسلم ممالک کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

مصر نے اس طرح کی روزمرہ کی عوامی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے چین کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے۔ عرب- چین تجارتی فورم کی کانفرنس میں شرکت کرنے والے سربراہان میں مصر کے صدر عبدالفتح سیسی، تیونیسیا کے صدر قیس سیف، متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ محمد بن زید اور بحرین کے بادشاہ حماد شامل ہیں۔ عرب ممالک کی اعلیٰ سطحی قیادت کی شراکت داری سے چین کو ملنے والی توجہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

> **چین نے سال رواں کے ماہ اپریل میں عربوں اور ایران کے درمیان تعطل کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا تھا اور اس کی غیر معمولی مصالحتی کوششوں کی وجہ سے مسلم دنیا میں کشیدگی کو کم کرنے اور کئی حساس ایشوز پر اتفاق رائے قائم کرنے میں مدد ملی تھی۔**

مصر کے علاوہ چین نے مغربی افریقہ کے ملک تیونس کے ساتھ بھی تعلقات کو بہتر بنانے اور اقتصادی تعاون کو فروغ دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ لیکن مغربی ایشیا اور عرب ممالک جن سخت حالات اور اسرائیلی جارحیت سے گزر رہے ہیں ایسے حالات میں الوادی سطح کے تعاون اور تال میل کے علاوہ سب سے اہم ایشوز غزہ میں انسانی جانوں کے قتل کو روکنے کے اہداف کے ساتھ ساتھ مسئلہ فلسطین کے حل کا معاملہ ہے۔ گزشتہ 8 ماہ سے ایک چھوٹے قطع اراضی میں 36 ہزار افراد سے زیادہ عام شہریوں کا قتل عام، غزہ کی مکمل تباہی اور بربادی کو روکنا اور دوریاستی فارمولے کے تحت فلسطینی ریاست کا قیام ہے۔ یہ ایشوز اس قدر اہم ہیں کہ پوری دنیا کی سیاست ان ہی ایشوز کے گرد منڈلا رہی ہے اور لوگ اب یوروپ میں جاری ایک اور یوکرین جنگ پر توجہ نہیں دے رہے ہیں حالانکہ یہ جنگ یوروپ اور امریکہ کی بالادستی کو براہ راست چیلنج دینے والی ہے۔

ایک طبقہ کا خیال ہے کہ مغربی ایشیا میں چین کوئی اہم رول مسئلہ فلسطین کو حل کرنے میں ادا کرسکے، اس بات کا امکان بعید ہے۔ کیونکہ امریکہ اور دیگر یوروپی ممالک جو اس ہولناک تنازع میں کافی سرگرم رول ادا کررہے ہیں، نہیں چاہیں گے کوئی فریق درمیان میں آئے۔ مصالحت کرائے کیونکہ 93-1992 کے اوسلو سمجھوتے کو جس حدتک بھی عمل میں لایا جاسکا ہے وہ ان ہی مغربی ممالک کے بے جا عمل دخل سے ممکن ہوسکا ہے۔ مغربی ممالک نہیں چاہیں گے کہ ان کے اثر ورسوخ والے معاملہ پر چین یا روس یا کوئی بھی طاقت اسرائیلیوں اور عربوں ومسلمانوں کے درمیان بااثر طاقت بنے۔ ایران سے مغرب کا چھتیس کا آنکڑا ہے۔ مغرب نہیں چاہتا تھا کہ ایران مغربی ایشیا میں کوئی بااثر طاقت بنے اس کو الگ تھلگ کرنا اور اس کی اقتصادی سیاسی سفارتی طاقت کو کمزور کرنا ہے۔ ان ممالک کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد ہے۔ یہ رقابتوں کا سلسلہ اب سے نہیں بلکہ اس وقت سے چل رہا ہے جب سے ایران میں شاہی خاندان کا زوال ہوا اور وہاں اسلامی انقلاب برپا ہوا ہے۔ اس وقت ایران کے مذہبی لیڈر مرحوم آیت اللہ خمینی کے حامیوں نے اقتدار پر قبضہ کرکے مغرب کے ساتھ براہ راست تصادم کا راستہ اختیار کیا جو آج بھی جاری ہے۔ ایران اور اس کی ہم خیال طاقتیں اسرائیل کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی ہیں اور اس کو نیست ونابود کرنا چاہتی ہیں۔ ایران کی یہ بالکل الگ تصادم والی راہ عربوں کی پالیسی سے قدرے مختلف اور جداگانہ ہے۔ اس کے علاوہ عرب اور ایران ممالک کے تعلقات بھی بہت اچھے نہیں رہے ہیں۔ ایران کی قیادت موجودہ اور سابقہ —— امریکہ کے ساتھ عربوں کے تعاون اور تعلقات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی رہی ہے۔ 2001 میں عرب بہاریہ میں ایران کے تعلقات میں خرابی اور بعد ازاں، شام، عراق، یمن اور بحرین میں پرتشدد مظاہروں نے عرب اور ایران کے درمیان ایک خلیج پیدا کردی تھی اور طویل عرصہ تک تعطل اور تصادم کا یہ

سلسلہ چین نے اس وقت توڑنے میں کامیابی حاصل کی جب چین کی قیادت نے مصالحت کرا کے سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرادیے تھے، اس کے بعد پورے مغربی ایشیا میں تصادم کے خاتمہ کی راہ ہموار ہوئی ہے اور آج چند امور اور Hotspot کو چھوڑ کر حالات سازگار ہیں اور امت میں بظاہر امن اور اخوت ہے۔ اس پورے نام نہاد شیعہ سنی تنازع کو ختم کرنے میں چین کی گراں قدر کوششوں کے باوجود چین غزہ کی حالیہ جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حال اور بحران کو ختم کرنے کے لیے اپنا تعاون دینا چاہتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا چین کا مغربی ایشیا اور قرب وجوار کے ممالک پر اتنا اثر ہے کہ وہ ایک کارگر مصالحت کار رول ادا کرسکے گا اور اس قدر پیچیدہ مسئلہ یعنی مسئلہ فلسطین کو حل کرپائے گا۔

اقوام متحدہ کی نگرانی میں جو پانچ ممالک اور فریقوں کا ایک گروپ مسئلہ فلسطین کو حل کرنے اور دوریاستی فامورلے کو نافذ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا، جس میں ایک فریق روس اور یوروپی یونین بھی شامل ہے۔ اپنا موثر رول ادا نہیں کرپایا تو آج کے حالات میں چین کس طرح ایک موثر مصالحت کا رول ادا کرسکتا ہے۔ بہرکیف چین کی نیت پر سوال اٹھانے کے بجائے کسی ایک یا دو تین امور پر چین اپنا کردار کو نبھا سکتا ہے۔ مثلاً حماس اور الفتح کے درمیان کسی اتفاق رائے تک پہنچنے کی کوشش چین نے ابھی ماہ اپریل میں کی تھی۔ حماس اور الفتح کے درمیان بدترین اختلافات ہیں دونوں پارٹیاں سیاسی، سفارتی اور فوجی اثر ورسوخ رکھتی ہیں اور اس کے لیے فلسطینی کاز کو ان دونوں کے اختلافات سے وہی بدترین نقصان پہنچ رہا ہے جو سوڈان میں جنرل حمیدیتی اور فوجی سربراہ جنرل البشیر کے مسلح گروپوں اور افواج سے ہورہا ہے بلکہ سوڈان کی صورت حال سے زیادہ خراب اس وقت فلسطینی کاز کی ہے۔ سوڈان میں کئی فریقین ملوث ہیں اور آمنے سامنے لڑرہے ہیں، مگر فلسطینی کاز کو نقصان پہنچانے اور فلسطینی عوام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے تقریباً پورا مغرب اسرائیل کی جابر اور ظالم حکومت کی پشت پر کھڑا ہے۔ ارض فلسطین اور اہل فلسطین اس وقت جدید اور قدیم ہتھیاروں کی تجربہ گاہ بن گئے ہیں اور ہر طرح کے ہتھیاروں کا تجربہ کیا جارہا ہے۔ اس ظلم وستم کے کاروبار میں وہ مہذب اور اعلیٰ جمہوری اقدار کے نفاذ کا دعویٰ کرنے والے ممالک بھی شامل ہیں، جنہوں نے جمہوریت اور انسانیت پرستی کا سرٹیفکیٹ بانٹنے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔

بہرکیف عرب اور مسلم دنیا امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں کا اپنی معیشت پر اثر ورسوخ ختم کرنے کے لیے چین کی مدد لے رہی ہے۔ یہ مغربی ایشیائی ممالک اپنی دولت اور وسائل کو بچانے، عوام کے تحفظ کے لیے چین کے ساتھ تعاون بڑھا رہے ہیں۔ چین عربوں سے تیل اور اور پٹرولیم مصنوعات حاصل کررہا ہے۔ خلیجی ممالک اور چین کے درمیان تجارت 2023 میں بڑھ کر 28.9 بلین ڈالر ہوچکی ہے۔ سعودی عرب بھی پوری دنیا سے تجارت کررہا ہے اس میں چین کی حصہ داری 40 فیصد ہے۔ مگر ایسے حالات میں بھی چین علاقے میں قیام امن کے یے بڑے پیمانے پر کوئی کارگر رول ادا کرسکے اس کا امکان کم ہی ہے۔ ■